اقبال اور فنِ مصوری

ڈاکٹر محمد شعیب،
گورنمنٹ انٹر کالج آف کامرس شرقپور

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اپنی لازوال شاعری کے ذریعے راہنمائی کی ہے علامہ اقبالؒ کی دانش و حکمت پر مبنی شاعری انسانی زندگی کے اسرار و رموز کی گھتیاں سلجھاتی ہوئی معاشرے کے مسائل اور دینی معاملات و اشکالات کو بھی آسان فہم اندازِ بیان کے ذریعے بیان کرتی ہے علامہ صاحبؒ نے تعلیم یافتہ طبقے سے لے کر عام سطحی ذہن و سوچ رکھنے والے فرد کی بھی مشکل و متنازعہ امور میں رہبری کا فریضہ انجام دیا ہے آپ کی شاعری کے ساتھ ساتھ آپ کے خطبات اور مختلف شخصیات اور اداروں کو لکھے گئے خطوط میں بھی عوام الناس کے لئے راہنمائی موجود ہے۔

ایسے مباحث جن میں علمائے اسلام نے مختلف شرعی و اصطلاحی اور مذہبی وجوہ کی بناء پر باہم اختلاف کیا ہے ان میں علامہ اقبالؒ نے خداداد فراست و حکمت کے تحت شاعری اور خطبات و نثری مضامین کے ذریعے موزوں و مناسب محتاط رائے دے کر اسلامی تعلیمات کے ذریعے مطابقت و موافقت کی ہے ایسی ہی ایک بحث فن مصوری سے متعلق ہے اس کا مادہ (ص ور) ہے لغت میں اس سے مراد جھکنا، تصویر کھینچنا، شکل بنانا، میلان کو کبی، گایوں کا گلہ، اچھی صورت اچھی ہیئت کا آدمی، کے ہیں۔ (1)

اصطلاح میں اس سے مراد ایسا فن ہے جس میں مختلف اوزاروں، اشیاء و ترکیبات و

مرکبات کے ذریعے وہبی و کسبی علم و مہارت کی بناء پر مختلف زاویوں سے مناظر قدرت' کائنات ارض و سما میں موجود اشیاء' واقعات و حالات' مخصوص علوم و فنون سے منسوب اشیاء' شخصیات' مشاہدات و تجربات اور محسوسات کی صورت گری و عکس بندی ہے۔

علامہ اقبالؒ' تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں اسلامی ثقافت کی روح کے باب میں بیان کرتے ہیں۔

''علم کی ابتداء محسوس سے ہوتی ہے کیونکہ جب تک ہمارا ذہن اسے اپنی گرفت اور قابو میں نہیں لاتا فکر انسانی میں یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی کہ اس سے آگے بڑھ سکے۔ (2)

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک المصور ہے تمام کائنات کو نیست سے ہست میں لانے والا' کائنات کی تخلیق کرنے والا' اس میں رنگ و روپ سے نکھار پیدا کرنے والا عورت کے رحم میں بہترین نقش نگاری کرکے شاہکار صورتیں بنانے والا' کائنات میں پیدا ہونے والے حسین ترین اور خوبصورت ترین انسانوں کے اجسام و چہروں کی مصوری کرنے والا اللہ رب العزت ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ (3)

''وہی اللہ ہے تخلیق کرنے والا' ایجاد و اختراع کرنے والا' صورتیں بنانے والا' اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں''

علامہ اقبالؒ' بال جبریل میں مطالبہ کرتے ہیں۔

عشق بھی ہو حجاب میں حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر (4)
مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی (5)

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف (6)

علامہ اقبالؒ کی پیروازِ شاعری عمومی سطح سے بلند اور اچھوتی طرزِ نگارش رکھنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے محاسن و تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر عالم ناسوت و اجسام کی صورت گری و صورت نگاری کا مطالبہ کرتی ہے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ خالق کائنات نے اس دنیائے رنگ و بو کی صنعت کاری میں جس حسن بے نیازی سے رنگ بکھیرے ہیں ان فطری و طبعی نظاروں کی منظر کشی کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے سب سے بڑے شاہکار انسان کی خوبیوں و خامیوں اور انسانی معاشرے سے وابستہ حالات و واقعات کو عکس بند کیا جائے تا کہ اس سے انسان کی خودداری اور ہنر مندی میں وسعت پیدا ہو سکے بقول اقبالؒ

زہر اب ہے اس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خوددار و ہنر مند (7)

اسی فن سے انسان اپنی قوموں کی عظمت و رفعت کی داستانوں کے نقش و نگار قائم رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں جو جدوجہد مسلسل کی طرف انسان کو ترغیب و رغبت اور تحریص و تشویش دلاتے رہتے ہیں انسان زوال پستی کے گرداب سے نکلنے کے لئے نئے ولولے اور عزم سے جدوجہد کرتا ہے مسجد قرطبہ کے حوالے سے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کعبۂ اربابِ فن سطوت دین مبین
تجھ سے حرم مرتبت اندلیسوں کی زمین
آہ وہ مردانِ حق وہ عربی شہسوار
حامل "خلق عظیم" صاحب صدق و یقین (8)

دنیا میں مذہبی تاثیر ہی حقیقت میں تمام علوم وفنون کی محرک ہوئی ہے۔ (9)

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکش انقلاب
صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر (10)

''شاعری اور مصوری کے فنون کی مانند زندگی بھی مکمل اظہار کا کام ہے فکر بے سعی موت ہے'' (11) فنون' علوم کی ہی معراج و انتہاء کا نام ہے ادراک و تجربہ مل کر علم کی ابتداء کرتے ہیں عملی محنت اس میں شامل ہو کر اس فن کا نام دیتی ہے جو مسلسل عرق ریزی اور جستجو و تحقیق کے بعد فن کی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے تدریجاً وسعت اختیار کر کے اس کی نئی جہتوں اور دائرہ کار سے روشناس کراتی ہے محنت و فن کا یہ مقامِ مقصود خون جگر سے ہی حاصل ہوتا ہے بقول اقبالؒ

رنگ ہو یا خشت و سنگ چنگ ہو یا حرف و صورت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
قطرۂ خونِ جگرٗ سل کو بناتا ہے دل
خون جگر سے صدا سوز و سرور و سرود (12)

''اقبال کا فنی ارتقا'' کا مصنف رقمطراز ہے'' مسجد قرطبہ زمین پر دیکھا ہوا ایک خواب ہے لیکن یہ علامت بھی ہے خونِ جگر کی جس سے تمام فنونِ لطیفہ پیدا ہوتے ہیں اقبال فنون لطیفہ کو وجدانی نظر سے دیکھتا ہے۔ (13)

علامہ اقبالؒ کی شاعری میں فن کا تصور دوسرے شعراء سے مختلف ہے اس میں منظر نگاری' داخلیت' سادگی' قربِ فطرت' درسِ حکمت و دین' رموزِ تصوف و فلسفہ' وسعت آفرینی' درد انگیزی' گداز وتنوع پسندی فنکارانہ حقیقت پسندی' تخیل پرواز کی تیزی و بلندی اور مضامین کی بندش میں سوچ کی آزادی شامل ہے اقبالؒ کی یہ شاعرانہ فنی خصوصیات اسے دنیا کے دوسرے ممتاز شعراء کرام ولیم کالنز'

روسوؔ، والٹیر، برڈز، مادام دی سینل، والٹر سکاف، ہومر، ورجل، رلکے، پوپ، گولڈ سمتھ، جانسن، بلیک برک، چسٹر فیلڈ، تھامس گرے، شلر، ہیوم، کولرج، دانتے، ملٹن، گوئٹے، کیٹس، ٹینی سن، ورڈز ورتھ، شیلے، بائرن، آرنلڈ، ایلیٹ، سے الگ اور ممتاز بلند مقام عطا کرتی ہے۔

شعوری ولاشعوری تحریکات خواہ وہ دین و دنیا کی کسی بھی اقدار کو نقاد کے نزدیک عبور کرتی ہوں اقبالؒ ان سے بے پرواہ ہو کر مضامین اور مافی الضمیر کی بازگشت کو بیان کرتا ہے، جو جمالیاتی ذوق وتنوع کی تشریح وتعبیر کے ذریعے محسوساتِ لطیفہ کی آئینہ دار ہوتی ہے علامہ صاحبؒ ضربِ کلیم میں فنونِ لطیفہ کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصود ہنر سوزِ حیات ابدی ہے
یہ نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا
شاعر کی نواہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا (14)

علامہ صاحبؒ ذی استعداد صاحب علم وفن اور لیاقت وحرفت سے کہتے ہیں کہ ہنر وفن کی خوبی و خامی پرکھنے کے ساتھ ساتھ اشیاء کے حقیقی مفاہیم تک رسائی بھی ضروری ہے اہل ہنر کے فن پاروں میں وقتی آب وتاب کی بجائے دائمی و ابدی لچک بھڑک، جست وخیز، جذبہ و جوش اور سوز و گداز موجود ہو تو وقتی تحریک کی بجائے دیرپا اثرات ونتائج پیدا کرے فنکارانہ تخلیقات کو شوخیِ بہار سے تشبیہ دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ دریا میں مدوجزر اور تلاطم پیدا نہ کر سکنے والے موتی و

مروارید اور ہیرے ولعل کی اسی طرح بنی ہوئی وقعت و اہمیت نہیں جس طرح فن کی تیزی و شوخی اذہان و افکار میں دعوت سوز وفکر پیدا نہ کرے جس طرح فنونِ لطیفہ کی اصناف شاعری اور صوت مغنی اگر سامعین میں اثر انگیزی نہیں پیدا کرتیں اور بادِ نسیم سے گلستان میں شادابی و انبساط اور تازگی و شگفتگی کا ماحول نہیں کھل اٹھتا تو شاعری اور بادِ نسیم میں کوئی خصوصیت نہیں ہے علم و ہنر جب تک فن و کمال کی انتہا کو پہنچ کر معجزے کا درجہ حاصل نہیں کرتا تب تک اقوام عالم عروج حاصل نہیں کر سکتیں جس طرح فرعون کے دربار میں ہزاروں جادوگروں کے فن و کمال کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے اژدھا بن کر برتری وفوقیت اور فتح حاصل کر لی تھی سچی لگن اور عزم و یقین سے ہی یہ سب حاصل کیا جا سکتا ہے بقول اقبالؒ

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیروبم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دم بدم (15)
یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ذوقِ عریانی (16)
جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا (17)
عشق اب پیرویٔ عقل خداداد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے (18)
مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر (19)

علامہ صاحبؒ کے نزدیک ''غلامی میں فنونِ لطیفہ زندگی کی حرارت سے خالی ہوتے ہیں ہنر مند وہ ہے جو فطرت پر اضافہ کرے اور اپنے راز کو ہم پر آشکار کر دے فنون کی بنیاد ایجاد پر ہے

مگر غلامی میں ایجاد کا مادہ ختم ہو جاتا ہے (20) دنیا کو تصویر خانہ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تونے لا زوال کیا
ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شبِ دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی (21)
کوئی دِل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے نگار خانہ ہے آرزو کا (22)

علامہ صاحبؒ اپنے پانچویں خطبے ''اسلامی ثقافت کی روح'' میں بیان کرتے ہیں۔

''انسان جذبات کا بندہ ہے اور جبلتوں سے مغلوب رہتا ہے وہ اپنے ماحول کی تسخیر کر سکتا ہے تو صرف عقل استقرائی کی بدولت لیکن عقل استقرائی اس کے اپنے حاصل کرنے کی چیز ہے۔(23)

زندگی کے شب و روز کو علم و فن سے منسوب کرتے ہوئے باغ و بہار اور خزاں و مصائب زمانہ کے پس منظر میں خودی کی اہمیت کا احساس اجاگر کرتے ہوئے مقصد حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اسرار و رموز میں ان مضامین کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔

زندگی مرکب چو در جنگاہ باخت
بہر حفظ خویش ایں آلات ساخت
آگہی از علم و فن مقصود نیست
غنچہ و گل از چمن مقصود نیست
علم از سامان حفظ زندگی است
علم از اسباب تقویم خودی است
علم و فن از پیش خیزانِ حیات

علم و فن از خانہ زادانِ حیات
اے ز رازِ زندگی بیگانہ خیز
از شرابِ مقصدے مستانہ خیز (24)

علم وفن تک رسائی اوراس کے ذریعے معاشرے کی غالب واثر انگیز داخلی و خارجی قوتوں تک صراطِ مستقیم کا پیغام وعمل کی اثر پذیری وقبولیت پسندی ہی مقصدِ حیات ہے ورنہ زندگی معاشرے کے اثرات کے جبر کا شکار ہو جاتی ہے خودی کی صفت انسان کو معاشرے استحصال اور استعاری قوتوں کے آگے ڈٹ جانے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔

بحرو بر پوشیدہ در آب و گلش
صد جہاں تازہ مضمر در دلش
خصر و در ظلماتِ او آب حیات
زندہ تر از آب چشمش کائنات
جوئے برقے نیست درنیسانِ او
یک سرابِ رنگ و بوستانِ او (25)

علامہ صاحبؒ نے بانگِ درا میں ''تصویر درد'' کے عنوان سے اکسٹھ اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم میں انسان ومعاشرے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے معاشرتی' سیاسی' اخلاقی' تمدنی زوال و انحطاط کی فصیح و بلیغ پیرائے میں عکس بندی کرتے ہوئے انہیں خواب غفلت سے جگانے کی سعی و دوا کی ہے جس طرح مصور اپنے خیالات واحساسات اور ادراک وفہم زمانہ کینوس پر رنگوں کے ذریعے انعکاس کرتا ہے داستان کو بیان کرکے مستقبل کی طرف راہنمائی کرتا ہے علامہ اقبالؒ نے اشعار کے ذریعے مصوری کرتے ہوئے ماضی ومستقبل کو بیان کیا ہے جہدِ مسلسل کی طرف راہنمائی کی ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری

اڑالی قمریوں نے، طوطیوں نے، عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری
مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری
یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے (26)

آرٹسٹ ایک بیرونی جسم بنا کے اپنے اصلی قلعہ عمل کو چھوڑتا ہے اور عملی دنیا میں داخل ہوتا ہے جہاں معاشیات اخلاقیات اور سیاسیات سب کی اہمیت ہے اس لئے کروچے کے خیال میں خارجی تخلیق کے وقت آرٹسٹ کو زندگی کے معاشی حالات اور اخلاقی رجحانات کا خیال رکھنا ضروری ہے کروچے کے اس نظریۂ اظہاریت میں تصرف کرکے ان لوگوں نے جو اپنے آپ کو اظہاری EXPRESSIONIST کہتے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ آرٹ تنقید سے ماورا ہے کیونکہ وہ تجربے کی خالص اندرونی تعمیر ہے اس لئے آرٹ اپنی فطرت کے سوا اور کسی اصول کا پابند نہیں یہ مان لیجئے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ ہر موضوع آرٹ کے لئے یکساں موزوں اور جائز ہے خواہ کتنا ہی غیر افادی اور غیر اخلاقی کیوں نہ ہو۔(27)

علامہ صاحبؒ کی شاعری میں فطرت نگاری، تصویر آفرینی، منظر کشی اور مدعا کی تمثیل نگاری کے علاوہ مخاطب کے سامنے عکس بندی کرنا نمایاں خصوصیات ہیں اقبالؒ ایسا مصور ہے جس نے ماضی، حال اور مستقبل کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ انسان کے ذوقِ جمالیات پر روشنی ڈالی ہے۔

1924ء میں معروف ادبی پرچہ ''نیرنگ خیال'' کی اشاعت لاہور شروع ہوئی جولائی کے پہلے شمارے میں جناب عبدالرحمٰن چغتائی کی دوسری تصاویر کے علاوہ آپ کا تیار کردہ سرورق ''لیلیٰ کا تحفہ'' کے عنوان سے چھپا، علامہ اقبالؒ کو یہ سرورق بہت پسند آیا آپ نے مدیر نیرنگ خیال کو 17 اگست 1924ء کو لکھا۔

''رسالہ نیرنگ خیال کے مضامین میں پختگی اور متانت پائی جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ پنجاب میں صحیح ادبی مذاق پیدا کرنے میں بہت مفید ثابت ہو گا جناب عبدالرحمٰن چغتائی کی تصویر ''تحفہ لیلیٰ'' بہت خوبصورت ہے دیکھ کر مسرت ہوئی دیکھئے اب ''تحفہ قیس'' کب نکلتا ہے'' (28)

ارمغانِ حجاز میں علامہ صاحبؒ ذوق جمال اور انتہائے آدم کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

غبارِ راہ کو بخشا گیا ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے
دل و نظر بھی اسی آب و گل کے ہیں اعجاز
نہیں تو حضرت انسان کی انتہا کیا ہے (29)

ضرب کلیم میں علامہ صاحبؒ نے مصور کے عنوان سے ایک نظم میں بہزاد نامی ایرانی مصور کو مخاطب کرتے ہوئے فن مصوری کے عروج و زوال پر ماہرانہ و نقادانہ اظہارِ خیال کرتے ہوئے مغربی ومشرقی مصوری کی نئی و پرانی جہتوں پر فنی وعلمی بحث کی ہے مشرقی مصوروں کو مغربی تقلید سے منع کرتے ہوئے آزادانہ سوچ وفکر، علمی وفنی محاسن کا حسن وخوبی سے استعمال، تہذیبی و ثقافتی ورثے کے تحفظ کے عوامل کو مدنظر رکھتے ہوے اپنے مخصوص انداز ہنر وفن کے ذریعے فن مصوری میں نئے اسالیب روشناس کراتے ہوئے آئینہ فطرت میں خودی کی صفات کو بھی اجاگر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

کس درجہ عام ہوئی یہاں مرگ تخیل
ہندی بھی فرنگی کا مقلد عجمی بھی
مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرورِ ازلی بھی
معلوم ہیں اے مردِ ہنر تیرے کمالات
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی
فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تونے

آئینۂ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی (30)

علامہ صاحبؒ ہنروران ہند کے عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں کہ ہندوستانی آرٹسٹوں کا تخیل عشق ومستی کا لاشہ ہے یہ اقوام کی تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں اس لئے کہ ان کا عمل مثبت و تعمیری خدمات کی بجائے منفی روش اپنائے ہوئے ہے ان کے فن پاروں میں مایوسی' حوصلہ شکنی' بزدلی' کم ہمتی' جدوجہد سے فرار' سستی و کاہلی' محنت وعمل سے فرار' موت جیسی زندگی کے تاثرات ملتے ہیں جبکہ یہ خداوندان فن کے دعویدار بنے بیٹھے ہیں یہ انسان کو بلند عزائم' محنت و جفاکشی' حوصلہ مندی' جرأت وسخاوت' قربانی و جانثاری جیسے قابل عمل امور سے لاعلم و بے خبر رکھتے ہیں ان کا فن ایسی بہترین تحریکات کا عکاس نہیں ہے بلکہ یہ روحانی صلاحیتوں کو سلاتے اور حیوانی جذبات کو برانگیختہ و اجاگر کرتے ہیں شاعر' افسانہ نویس یا مصوری ان تمام کی صلاحیتوں و کاوشوں کا مظہر صرف عورت کی ذات ہے جو ان کے اعصاب پر چھائی ہوئی ہے عورتوں کی تصویریں ایسے انداز میں بناتے ہیں جس سے نفسانی وشہوانی خواہشات انسان کو برائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا
ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار (31)

اس کا تدارک کرتے ہوئے علامہ صاحبؒ راہ عمل کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں تیرے نور سحر سے

خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تیری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت تیرے اعجاز ہنر سے
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی (32)

تقلید کی بجائے خودی کو بلند کرتے ہوئے اخلاص سے ہنرمندی کے شاہکاروں میں فطرت کو رشک کرانے والی معجزے جیسی شان و شوکت پیدا ہو جاتی ہے نگاہِ شوق کے تحت بیان کرتے ہیں۔

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی
کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی
اسی نگاہ سے محکوم قوم کے فرزند
ہوئے جہاں میں سزاوارِ کار فرمائی
اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری
اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی
نگاہِ شوق اگر میسرِ نہیں تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی (33)

علامہ صاحبؒ ارمغانِ حجاز میں تصویر و مصور کے عنوان سے فن اور فنکار کی صدا و عطا کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔

تصویر

کہا تصویر نے تصویر گر سے
نمائش ہے مری تیرے ہنر سے
ولیکن کس قدر نا منصفی ہے
کہ تو پوشیدہ ہو میری نظر سے

مصور

گراں ہے چشم بینا دیدہ ور پر
جہاں بینی سے کیا گذری شرر پر
نظر درد و غم و سوز و تب تاب
تو اے ناداں قناعت کر خبر پر

تصویر

خبر عقل و خرد کی ناتوانی
نظر دل کی حیات جاودانی
نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تاز
سزاوارِ حدیث لن ترانی

مصور

تو ہے میرے کمالات ہنر سے
نہ ہو نومید اپنے نقش گر سے
مرے دیدار کی ہے اک یہی شرط
کہ تو پنہاں نہ ہو اپنی نظر سے (34)

علامہ صاحبؒ نے کمال فصاحت و بلاغت سے فن مصوری کی کہانی بیان کی ہے جو دیکھنے کی صلاحیت پر منحصر ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ حسن دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے اسی طرح ہنر شعوری و لاشعوری طور پر مصور کے جذبۂ احساس کو نکھار کر پیش کرتا ہے سوچ کی بلندی، خیالات کی پاکیزگی، احساسات کی نفاست، علم و ہدایت کی فراست اور شرح صدر کی کرامت ہی وسعتِ نظر میں برکت عطا کرتی ہے ایسی مصوری ہی دیکھنے والے کے قلب و نظر پر اثر انگیزی رکھتی ہے علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک (35)
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف (36)
شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب
مقامِ شوق میں ہیں سب دل و نظر کے رقیب (37)
بہار و قافلۂ لالہ ہائے صحرائی
شباب و مستی و ذوق و سرور و رعنائی
نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی (38)
ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے
جس نے سیئے ہیں تقدیر کے چاک (39)
گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نالے و سرود (40)

فنون لطیفہ کی عظمت و رفعت انسان کی خودی کو پختہ و بلند کرنے میں ہے بہزاد مصور کا بت خانہ تصاویر ہو یا حافظ ذشیرازی کا مئے خانۂ اشعار، ان میں حسن و خوبی رگوں میں دوڑنے والے خون

کی حدت و تیزی سے ہی پیدا ہوتی ہے جس طرح ادائیگی حقوق زوجیت میں مزہ اپنے خون کا ہی آتا ہے خون کا جوش و ولولہ ہی عقل وفہم کو ادراک عطا کرتا ہے۔

خونِ رگ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
میخانۂ حافظ ہو کہ بتخانۂ بہزاد (41)

علامہ صاحبؒ جہاں مصورانہ کاوشوں کے قدردان تھے وہاں انہیں اچھے شعراء کی تصاویر جمع کرنے کا شوق بھی تھا مولانا احسن مارہروی کو لکھتے ہیں۔

''اگر آپ کے پاس استاذی حضرت مرزا داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمائیے گا بہت ممنون ہوں گا اگر آپ کے پاس نہ ہو تو مطلع فرمائیے کہاں سے مل سکتی ہے میں نے دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کئے ہیں انگریز' جرمن اور فرنچ شعراء کے فوٹوز کے لئے امریکہ لکھا ہے غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس حضرت کا فوٹو تو ضرور ہو گا اگر آپ کو معلوم ہو تو ازراہِ عنایت جلد مطلع فرمائیے امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے'' (42)

علامہ صاحبؒ ہندوستانی مصوروں کے فن پاروں میں بھی دلچسپی رکھتے تھے ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کو لکھتے ہیں۔

''اگر آپ کے پاس ہندوستانی مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں کا کوئی مجموعہ ہو تو دو ایک دو روز کے لئے مرحمت کیجئے میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں اگر ایسا کوئی مجموعہ نہ ہو تو چند مشہور تصاویر کے نام ہی سہی ان کے ساتھ ان کا مضمون بھی ہونا ضروری ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی مصور بالعموم کیسے مضامین اپنے فن کی نمائش کے لئے انتخاب کرتے ہیں'' (43)

بانگِ درا کی مشہور زمانہ نظموں شکوہ ص 163 اور جواب شکوہ ص 199 کے شہرۂ آفاق مضامین پر نوجوان مصور ضراز احمد کاظمی نے تصاویر بنائیں تو مصوری کے ہنر وفن کے علامہ صاحبؒ کی شاعری کے مضامین سے ہم آہنگ ہونے کی بناء پر علامہ اقبالؒ کی طرف سے انہیں مصور اقبال کے

خطاب سے نوازا گیا 18 اپریل 1938ء کو ضرار احمد کاظمی کو لکھتے ہیں۔

''میں اور علامہ یوسف علی نے آپ کا آرٹ بابت شکوہ اور جواب شکوہ مولانا حالی کی برسی پر دیکھا تھا' میرا اور مبصر زمانہ علامہ یوسف علی صاحب کا خیال ہے کہ اگر آپ نے کافی مشق و مہارت کے بعد اس فن میں کمال حاصل کر کے شکوہ اور جواب شکوہ کو دنیائے اسلام کے سامنے پیش کر دیا تو آپ فن مصوری میں ایک نیا اضافہ کر کے اپنے فن کا ایک نیا اسکول قائم کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ چیز ایسی شان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچے گی تو دنیا یقینی طور سے اس کو ''کاظمی اسکول'' کے نام سے موسوم کرے گی آپ محض فن صوری میں اضافہ نہیں کر رہے بلکہ دنیائے اسلام میں بحیثیت مصور اقبال ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں جو کہ شاید قدرت آپ ہی سے لینا چاہتی ہے پوری مہارتِ فن کے بعد اگر آپ نے جاوید نامہ پر خامہ فرسائی کی تو ہمیشہ زندہ رہیں گے۔'' (44)

علامہ صاحبؒ کے یہ خیالات ظاہر کرتے ہیں کہ فن مصوری کی گہرائی و ہنر کو آپ کتنے فہم و ادراک سے سمجھتے تھے مصوری کی قدر دانی کرتے تھے مصوری کے ذریعے مضامین علم و حکمت کے بیان کی تائید و حمایت اور تعریف و ترغیب کرتے تھے تا کہ فن مصوری حرف تخیل اور عشق و محبت کے فسانوں اور مناظر قدرت کی ترجمانی و عکسبندی تک محدود نہ رہے بلکہ اللہ اور انسان کے روحانی و مادی تعلق کو بھی دانش و فراست کے ذریعے عوام الناس کو دعوت غور و فکر دے عام ذہنی علم و سوچ رکھنے والا فرد بھی مصوری کے ذریعے علم و حکمت کے دقیق اسرار و رموز کو آسان فہم انداز میں دیکھ کر مثبت رائے قائم کرنے کے قابل ہو سکے علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا مصوری یا موسیقی یا معماری جو بھی ہو ہر ایک زندگی کی معاون اور خدمت گار ہے اور اسی بناء پر آرٹ کو چاہئے کہ میں ایجاد کہوں نہ تفریح۔ (45) افکارِ اقبال میں مذکور ہے۔

اگر فنکار کو انسانی جذبات سے کھیلنے دیا جائے تو درحقیقت یہ انسانی روح پر فن کی برتری تسلیم کرنے کے مترادف ہو گا فن کے زوال پذیر محرکات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے سے ہی قوت حاصل ہو سکتی ہے فن کا دشوار مرحلہ یہ ہے کہ موجود کی بجائے جو کچھ موجود ہونا چاہئے اسے زیادہ اہم قرار دیا جائے اور درحقیقت یہی صحت اور زندگی ہے اس کے ماسوا صرف موت اور زوال ہے خالق اور انسان دونوں مسلسل تخلیق کے عمل کی وجہ سے زندہ ہیں وہ فنکار جو زندگی کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے پوری انسانیت کے لئے رحمت ہے وہ درحقیقت خالق کائنات کا دست و بازو ہے اور وقت اور ابدیت کو اپنی روح میں سموئے ہوتا ہے۔ (46)

علامہ صاحبؒ نے اشعار کے ذریعے مصوری کی ہے آپ کی شاعری میں مضامین کا اندازِ بیاں، تسلسل، تراکیب لفظی و معنوی کا استعمال، خیالات کی فراوانی، ماحول کی اثر انگیزی و بندش فطری مناظر کی عکسبندی، انسانی رویوں کا اظہار، اقوام کے عروج و زوال کے اسباب و نتائج، دینی و ادبی حکمتوں کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی بطریق احسن موجود ہے۔

اندھیری رات میں یہ چشمکیں ستاروں کی
یہ بحر یہ فلک نیلگوں کی پہنائی
سفر عروس قمر کا عماریٔ شب میں
طلوع مہر و سکوتِ سپہر مینائی
نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی (47)
بت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہمن
تقدیر کو روتا ہے مسلماں تۂ محراب (48)
مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرور (49)
عشق و مستی نے کیا ضبط نفس مجھ پہ حرام

کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم (50)
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے (51)
تقدیر کے قاضی کا یہ فیصلہ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات (52)
فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے (53)
مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے (54)
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں (55)

فن مصوری میں پروازِ تخیل کی فراوانی اور لطافت و نفاست کو بڑا دخل ہے علامہ اقبالؒ کی شاعری میں مصورانہ انداز و پروازِ تخیل نمایاں ہے

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر پر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر
تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن
وادیوں میں ہیں تیری کالی گھٹائیں خیمہ زن

ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی صورت اڑاا جاتا ہے ابر
جنبشِ موج نسیم صبح گہوارہ بنی
جھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گل کی کلی
آتی ہے ندی فرازِ کوہ گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئیں
آئینہ سا شاہد قدرت کو دکھلاتی ہوں
سنگ راہ سے گاہ بچتی، گاہ ٹکراتی ہوئی (56)

علامہ صاحبؒ خوبصورت لینڈ سکیپ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی کو موج بن کر اٹھ اٹھ کر دیکھتا ہو
آغوش میں زمین کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
پانی کی چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسیں کوئی آئینہ دیکھتا ہو
مہندی لگائے جب سورج شام کی دلہن کو
سرخی لیئے سنہری ہر پھول کی قبا ہو (57)
گل و گلزار تیرے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورہ و الشمس کی تفسیریں ہیں
سرخ پوشاک ہے پھولوں کی درختوں کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز، کوئی لال پری
کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی

مئے گلرنگ خم شام میں تو نے ڈالی(58)

دریائے راوی کی منظر کشی ملاحظہ فرمائیے

شراب سرخ سے رنگین ہوا ہے دامن شام
لیئے ہے پیر فلک دست رعشہ دار میں جام
عدم کو قافلہ روز تیز گام چلا
شفق نہیں ہے یہ سورج کے پھول ہیں گویا
کھڑے ہیں دُور وہ عظمت فزائے تنہائی
منار خواب گہہ شہسوار چغتائی
رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
ہوا ہے موج سے ملاح جس کا گرم ستیز (59)

لہروں کے بہاؤ کی روانی کے تسلسل کو مصورانہ رنگ دیتے ہوئے یوں بیان فرماتے ہیں۔

موج ہے نام میرا بحر ہے پایاب مجھے
ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے
آب میں مثل ہوا جاتا ہے تو سن میرا
خار ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا
میں اُچھلتی ہوں کبھی جذب مہ کامل سے
جوش میں سر کو ٹپکتی ہوں کبھی ساحل سے (60)
ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستان میری (61)

علامہ اقبالؒ کی شاعری میں بکثرت ایسے مضامین وعنوانات ملتے ہیں جن کی مصور کے ہنر وفن کو ضرورت و تلاش رہتی ہے علامہ نے روایت در روایت اور نقل در نقل کے رجحان کی نفی کرتے ہوئے مصور کو نئے اسالیب وتخیلات، عنوانات اور مباحث سے نوازا ہے اس لئے کہ مصوری صرف پورٹریٹ، لینڈ سکیپ، منی ایچر ورک، نقش و نگار، انسانی اور حیوانی تشکل گیری کا ہی نام نہیں بلکہ مصوری

کا دائرہ کار علم و حکمت کے اسرار، دعوت فکر، فطری رعنائیوں کا اظہار، تاریخی کارناموں کی حفاظت، حالات و واقعات کی تلخی و شیرینی کی عکسبندی و محفوظیت، اظہار فکر و تخیل اور تہذیبی و ثقافتی ورثے کی آئینہ داری تک پھیلا ہوا ہے۔

حواشی

(1) لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت کراچی، جولائی 1995، ص 381

(2) علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، مئی 1986، ص 2020۔

(3) القرآن الحکیم 59 : 24۔

(4) علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ،بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، نومبر 1985، ص 299

(5) ایضاً، ص 305

(6) ایضاً، ص370

(7) ایضاً، ص 462

(8) ایضاً، ص 390

(9) رفیع الدین ہاشمی، خطوط اقبال، مکتبہ خیابان ادب لاہور، 1976، ص102۔

(10) بال جبریل، ص 393

(11) پروفیسر سلیم اختر، اقبال کا ادبی نصب العین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص 7

(12) بال جبریل، ص 387

(13) پروفیسر جابر علی سید، اقبال کا فنی ارتقاء، بزم اقبال لاہور، جولائی 1978 ، ص 43

(14) علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، مارچ 1986، ص 580-81

(15) بال جبریل، ص 324

(16) ارمغان حجاز، ص 692

(17) ضرب کلیم، ص 562

(18) ایضاً، ص 565

(19) ایضاً، ص 571

(20) ملک حسن اختر، دائرہ معارف اقبال، مکتبہ عالیہ لاہور، 1977، ص 379

(21) بانگ درا، ص 112

(22) ایضاً، ص 137

(23) تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ص 192

(24) علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ، اسرار و رموز، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1984، ص 17

(25) ایضاً، ص 39

(26) بانگ درا، ص 71

(27) عزیز احمد، اقبال اور پاکستانی ادب، مکتبہ عالیہ لاہور، 1987، ص 103

(28) خطوط اقبال، ص 170

(29) ارمغان حجاز ص 667

(30) ضرب کلیم، ص 586

(31) ایضاً، ص 591

(32) ایضاً، ص 584

(33) ایضاً، ص 573

(34) ارمغان حجاز، ص 659-60

(35) ایضاً، ص 670

(36) بال جبریل، ص 370

(37) ایضاً

(38) ضرب کلیم، ص 566

(39) ایضاً ' ص 575

(40) ایضاً ' ص 576

(41) ایضاً ' ص 593

(42) گورنمنٹ کالج ہاسٹل سے 28فروری 1899 کو لکھا گیا مکتوب

(43) چراغ حسین حسرت' اقبال نامہ' تاج کمپنی لاہور' حصہ دوم ص 331

(44) ایضاً ' حصہ اول' ص 305-6

(45) محمد حامد' افکار اقبال' اقبال اکادمی پاکستان لاہور' جنوری 1986 ' ص 43

(46) ایضاً ' ص 45

(47) ضرب کلیم' ص 566

(48) ایضاً ' ص571

(49) ایضاً ' ص572

(50) ایضاً ' ص492

(51) ایضاً ' ص 512

(52) بال جبریل' ص 449

(53) ایضاً ' ص 340

(54) ایضاً ' ص 356

(55) ایضاً ' ص 396

(56) بانگ درا' ص 23

(57) ایضاً ' ص 47

(58) ایضاً ' ص 54

(59) ایضاً ' ص 95

(60) ایضاً ' ص 62

(61) ایضاً ' ص 68